سورۂ فاتحہ میں علمی نکات اور فوائد

مولانا فخر الاسلام المدنی
استاذِ جامعہ

’’ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ ‘‘

● قرآن مجید اور نماز دونوں کی ابتداء حمد سے ہوتی ہے، اس کی بظاہر حکمت یہ ہے کہ حمد بعض صورتوں میں شکر کے معنی کو متضمن ہے، گویا قاری‘ تلاوتِ کلامِ پاک اور نمازی‘ نماز شروع کرتے وقت اپنی تلاوت وعبادت کی توفیق پر شکر بجالا رہے ہیں، لہٰذا حال وقال میں موافقت ہو رہی ہے۔

سورۂ فاتحہ اور دعا

● سورۂ فاتحہ معنی کے اعتبار سے مکمل دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے، اسی لیے اس سورت کا ایک نام سورۃ الدعا بھی ہے۔ (۱)

● دعا مانگنے سے پہلے دعا مانگنے کے آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، وہ آداب یہ ہیں کہ: پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے، پھر روئے زمین کی سب سے مقدس ہستی آنحضرت ﷺ پر درود پیش کرے اور پھر اپنی حاجتِ دنیوی واُخروی کے لیے تضرُّع وعاجزی کے ساتھ دعا کرے۔ یہی طریقہ حدیث میں وارد ہے، (۲) اور نفسِ نماز سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ پہلے حمد وثنا، تسبیح وتہلیل، تکبیر، آخری تشہد میں درود اور پھر دعا۔ نیز دعا کے دیگر آداب مثلاً باوضو ہونا، قبلہ رو ہونا، اور عاجزی سے مانگنا، یہ سب سورۂ فاتحہ سے بایں طور پر مستنبط ہو سکتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ عام طور پر نماز میں ہی پڑھی جاتی ہے، جس کے لیے طہارت اور قبلہ رخ ہونا، نیز حال اور قال سے عاجزی کا اظہار کرنا یقینی امر ہے، اس لیے سورتِ فاتحہ کا ایک نام ’’سورۃ الصلاۃ‘‘ بھی ہے۔

- ایسی دعا کا انتخاب کرنا چاہیے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو جامع ہو، مثلاً ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ '' یہ دعا زندگی کے ہر پہلو کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اسی طرح ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ... '' ان جیسی دعاؤں کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔
- ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '': قرآن کریم کی جن آیات کا اختتام اسماءِ حسنیٰ پر ہوتا ہے، مثلاً: ''الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ''، ''اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ''، ''سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ''، ''عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ''، وغیرہ، حقیقت میں ان صفات کا آیات کے مضمون کے ساتھ گہرا تعلق اور مناسبت ہوتی ہے، مثلاً ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ '' کا اختتام ''الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ '' پر ہے، اسی طرح ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ '' کا اختتام ''وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ '' پر ہے اور ''قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِيْ '' سورۂ مجادلہ کی پہلی آیت کا اختتام ''سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ '' پر ہے، مناسبت واضح ہے، اسی طرح آیتِ سرقہ ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا '' کا اختتام ''عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ '' پر ہے۔ اسی بنیاد پر اگر دیکھا جائے، تو سورۂ فاتحہ میں ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' کی مناسبت ربوبیت یا پھر طلبِ ہدایت کی دعا کے عین مطابق ہے، کہتے ہیں کہ اسی بنیاد پر سورۂ توبہ کی ابتدا ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' سے نہیں ہوئی، کیونکہ سورت میں مشرکین سے جہاد اور قتل وقتال کا حکم ہے، جو کہ جلال کا مظہر ہے، جبکہ ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' صفتِ اکرامیہ جمالیہ سے تعلق رکھتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔
- **دعویٰ مع الدلیل:** اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر کے دعویٰ پر علت بیان کردی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' اللہ کی تعریف اور شکر کہ وہ پالنے والی ذات ہے، (۳) اسی طرح دیگر سورتوں میں بھی یہی طرز واسلوب اختیار کیا گیا ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ... '' میں خلقِ سماء وارض پر شکر ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ... '' میں انزالِ کتاب پر شکر ہے۔

تسبیح وتحمید والی سورتیں

- جن سورتوں کی ابتداء کلمۂ حمد سے ہوئی وہ پانچ ہیں، (۴) جن میں سے اکثر طویل ہیں، جیسے: سورۃ الأنعام، الکہف، السبا، فاطر، بجز سورۂ فاتحہ کے کہ وہ مختصر ترین مگر جامع ہے۔ جہاں تک تسبیح سے شروع ہونے والی سورتوں کا تعلق ہے، وہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، سات سورتوں میں سے اکثر سورتیں مختصر ہیں، جیسے: سورۃ الحدید، الحشر، الصف، الجمعۃ، التغابن، الأعلیٰ، بجز سورۂ بنی اسرائیل کے، وہ طویل تر ہے۔ شاید اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے ۔ واللہ اعلم

بالصواب۔ کہ حمد وثناء میں تفصیل مستحسن ہے، جبکہ تنزیہ میں اجمال مطلوب ہے، باقی قرآن میں حمد کا لفظ بنسبت تسبیح کے کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

- کچھ سورتوں کا اختتام حمد پر ہے، جیسے سورۂ زمر میں ہے: ''وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' اور بعض سورتوں کا اختتام تسبیح پر ہے، جیسے سورۂ واقعہ ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ'' اور بعض سورتیں ایسی ہیں کہ جن کا اختتام دونوں پر ہے، جیسے سورۂ صافات: ''سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ''
- راہِ جنت یعنی ہدایت کی ابتدا حمد سے فرمائی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ....الٰی قوله.... اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' اسی طرح ہدایت کی انتہا یعنی وصولِ جنت بھی حمد پر ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا''، ''وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔''
- دعا میں مناسب یہ ہے کہ جمع کے صیغہ کا استعمال کیا جائے، تاکہ وہ دعا سب مسلمانوں کو شامل ہو: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''(۵) اسی طرح آیتِ مذکورہ سے باجماعت نماز کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔(۶)
- سورۂ فاتحہ میں وعد و وعید سے منسلک آیات موجود ہیں، **وعدہ:** ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' یعنی اگر اچھا عمل کروگے تو انعام ملے گا، **وعید:** ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ'' یعنی اگر برا عمل کروگے تو غضب نازل ہوگا۔(۷)
- ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ... إلٰی قوله ... اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' اس میں غائب سے مخاطب کی طرف التفات ہے،(۸) اسی طرح ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف انتقال ہے۔(۹)
- ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' یہ مفہوم سورۂ غافر کی آیت ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' اور سورۂ انفطار کی آیت ''ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ'' سے واضح ہے۔(۱۰)
- ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' اس میں عام سے خاص کی طرف اور خاص سے اخص کی طرف انتقال ہے، چونکہ عبادت عام ہے، استعانت خاص ہے،(۱۱) اور دعاء ان دونوں سے اخص ہے، حدیث میں ہے: ''الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ''، بعض لوگ کہتے ہیں کہ: دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں، کیونکہ عبادت کا معنی تذلُّل اور عاجزی کا اظہار ہے، جو دعا میں مطلوب بھی ہے۔

- ''اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ '' عبادت کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں محصور فرمایا ہے، چونکہ جس چیز کا حق مؤخر ہو، اس کو مقدم لانا تخصیص کا فائدہ دیتا ہے۔ (۱۲)
- ''وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ '' اسی مضمون کے مماثل دوسری آیت: ''وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِاللّٰہِ '' ہے۔
- استعانت کی فوری شکل یہ ہے: ''اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ '' اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے، یہ دعویٰ مع الدلیل ہے۔
- ''الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ '' کی تفسیر اعتدال سے کی گئی ہے، اس سے میانہ روی و اعتدال کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو ہر نماز میں اس دعا کا پابند بنایا گیا ہے، کیونکہ اعتدال‘ عقیدہ اور عمل غرض یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں مطلوب ہے۔
- سورت میں موجود فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ افراط وتفریط سے اجتناب کیا جائے: ''غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ''۔
- ''اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ '' دعا کی ابتداء طلب ہدایت سے وابستہ ہے اور اس کی انتہاء نفیِ ضلالت ''وَلَا الضَّآلِّیۡنَ '' پر ہے، اور ہدایت ضلالت کی ضد ہے، لہٰذا اس سے طلبِ ہدایت کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور قاعدہ ''وبضدھا تتبیّن الاشیاء '' کے تحت ہدایت کی توضیح بھی ہوتی ہے۔
- ''اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ '' اس سے توسّل بالعمل کا ثبوت ملتا ہے، غار والی حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے، یعنی اعمال وعبادات میں پائے جانے والے اخلاص کے وسیلے سے ہم آپ سے مدد و معاونت کا سوال کرتے ہیں۔ اسی آیت سے فرض نماز کے بعد دعا کے استحباب پر استدلال کیا جاتا ہے۔

آیات کا باہمی ربط

- اس سورت کی تمام آیات آپس میں مربوط ہیں، ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ '' کی علت بیان کر دی کہ وہ ''رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ '' ہے، (۱۳) لہٰذا لائقِ حمد ہے۔ پھر ''رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ '' کی علت بیان کی کہ وہ ''الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ '' کی صفت سے متصف ہے، لہٰذا اس کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نعمتیں مخلوق پر وافر ہوں، اسی سے اگلی آیت ''مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ '' کا تعلق ''الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ '' سے بایں طور واضح ہے کہ ''الرَّحِیۡمِ '' صفت خاص ہے، جس کا تعلق آخرت سے ہے، اس لیے کہتے ہیں: ''رحمٰن الدنیا و رحیم الآخرۃ ''۔ اس بنیاد پر آگے جزاء کے دن کا ذکر ہے ''مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ '' مزید آگے ملاحظہ

کریں! جب وہ اس کائناتِ عالم کا خالق و رب ہے تو عبادت و استعانت کو اسی کے ساتھ مختص کرنا یہ اس کے شایانِ شان ہے، اسی لیے فرمایا: ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ '' (پورے قرآن مجید میں جگہ جگہ توحیدِ ربوبیت کے اقرار کو کفار کے خلاف بطورِ حجت پیش کر کے ان پر توحیدِ الوہیت کے اقرار کو لازم قرار دیا گیا) اب حمد وثناء کے ذریعے دربارِ الٰہی تک رسائی میسّر ہوگئی، لہٰذا موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کا سوالی ہے: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ''(۱۴)

- ''الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ '' کی تفسیر ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ '' سے فرمائی۔(۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ '' یہ ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ '' کی تفسیر اور تاکید ہے۔(۱۶)

سورت میں ترتیب کا لحاظ

- ذات کو صفت پر مقدم کیا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ''
- دنیا کو آخرت پر مقدم کیا: ''رحمٰن الدُّنیا ورحِیْم الْآخِرۃِ'' یا یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' کا تعلق دنیا سے اور ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '' کا آخرت سے ہے۔
- عام کی خاص پر تقدیم: ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' رحمٰن رحیم سے عام ہے۔(۱۷) ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ '' عبادت' استعانت سے عام ہے۔
- زمانہ کی وجہ سے تقدیم وتاخیر: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ '' یہود کو نصاریٰ پر تقدّمِ زمانی حاصل ہے۔(۱۸)
- حمد وثنا کی تقدیم دعا پر: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ .... تا .... اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ '' دعا کی ترتیب بھی یہی ہے۔

سورۂ فاتحہ کا خلاصہ

- انسان اپنی زندگی میں چند اہمیت کے حامل اصول اور قوانین کا محتاج ہوتا ہے جو اس سورت میں مذکور ہیں:
- نظامِ معاش: ''رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''
- نظامِ عدالت: ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ''
- نظامِ قانون کے سامنے انقیاد: ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ ''

- قانونِ حیات: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''
- قومی وملّی مدافعتی ودفاعی نظام: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ''
- پوری سورت توحید، مبدأ ومعاد جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہے، اس لیے اس کو ''أُمُّ الْكِتَاب'' بھی کہتے ہیں۔
- کہتے ہیں کہ قرآن مجید ساری آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے، اور پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے، اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' ہے۔
- شاید اس بنیاد پر حدیث میں سورۂ فاتحہ کو ''أعظم سورة في القرآن'' کہا گیا ہے، جس طرح آیۃ الکرسی کو ''أعظم الآیات'' کہا گیا، اب کتابوں میں قرآن کریم ''أعظم الکتب''، اور سورتوں میں فاتحہ ''أعظم السور''، اور آیتوں میں آیۃ الکرسی ''أعظم الآیات'' ہے۔

سورۂ فاتحہ میں موجود ثلاثیات

❶:- یہ سورت سات آیات پر محیط ہے، اس بنیاد پر اس کو ''السبع المثاني'' کہتے ہیں، جن میں سے ابتدائی تین آیات اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے۔[(۱۹)]

❷:- آخری تین آیات بندے سے متعلق ہیں، اور درمیان کی آیت ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' اللہ اور بندے دونوں کے مابین مشترک ہے۔ (یہ تفسیر اس قول کے مطابق ہے جس میں ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کو مستقل آیت شمار کیا جاتا ہے)۔[(۲۰)]

❸:- ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' یہ کلمہ قرآن میں تین جگہوں میں استعمال ہوا ہے: ۱:- ابتدائے کلام میں، جیسا کہ سورۂ فاتحہ، کہف، سبا اور فاطر کی ابتداء میں ہے۔ ۲:- انتہائے کلام میں، جیسا کہ سورۃ الصافات اور زمر کے اختتام میں واقع ہے، ۳:- وسطِ سورت میں، یہ قرآن میں بیشتر مقامات میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سورۂ یونس میں ہے: ''وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.''[(۲۱)]

❹:- سورت میں تین صفات بیان کی گئی ہیں: ''الرَّحْمٰنِ، الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ''

❺:- ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'': قرآن میں تین طرح سے آیا ہے، ۱:- ''الرَّحْمٰنِ'' (جو کہ قرآن میں ۴۸ دفعہ آیا ہے، واضح رہے کہ صرف سورۂ مریم میں ۱۶ دفعہ آیا ہے)۔ ۲:- ''الرَّحِيْمِ'' (جو کہ قرآن میں ۳۴ دفعہ آیا ہے)، ۳:- دونوں کا مجموعہ ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' (جو کہ ۶ دفعہ آیا ہے)۔

❻:- جبکہ دونوں صفات کا مجموعہ ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' قرآن مجید میں تین طرح سے آیا ہے: ۱:- توحیدِ ربوبیت کے ساتھ ملحق ہو کر: ''رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''، ۲:- توحیدِ الوہیت

کے سیاق وسباق میں: جیسے: ’’وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ‘‘اور’’هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ‘‘، ۳:-اس کے علاوہ دیگر معنی میں مثلاً: ’’تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ‘‘

❼ :- ابتداء میں’’ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ‘‘فرمایا، ’’ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ‘‘نہیں فرمایا، جیسا کہ سورۃ الجاثیۃ میں ہے، اس کی تین وجوہات ہیں: ۱:- یہ احساس دلانا ہے کہ بارگاہِ الٰہی کے حضور رسائی کا راستہ حمد ہے، لہٰذا حمد کو مقدم فرمایا، ۲:- تاکہ موصوف صفت کے درمیان بغیر فاصل کے مقارنت ہوجائے، لفظ ’’اللّٰہ ‘‘موصوف ہے اور’’ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ‘‘صفت ہے۔ ۳:- چونکہ یہ سورت کی ابتداء میں ہے اور لفظ جلالہ کے بابرکت نام سے ابتداء بسم اللہ میں ہوچکی ہے، لہٰذا حمد کو پہلے لائے، جبکہ سورۃ الجاثیۃ میں یہ آیت انتہائے کلام میں واقع ہے۔

❽ :- سورت میں بندے پر اللہ تعالیٰ کے تین حقوق کا بیان ہوا: ۱:- عبودیت، ۲:- استعانت، ۳:- دعا (ہدایت کا سوال)۔ (۲۲)

❾ :- توحید کی تین قسمیں ہیں: ۱:- الوہیت: ’’ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ‘‘ ۲:- رُبوبیت: ’’ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ‘‘۳:- اسماء وصفات میں: ’’ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ‘‘

❿ :- ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ‘‘ میں موجود ’’اَلْ ‘‘ کی تین قسمیں ہیں: ۱:- جنسی، ۲:- استغراقی، ۳:- عہدی، اگرچہ یہاں پہلی قسم مراد ہے۔

⓫ :- سورت میں عامل کی تینوں قسمیں ہیں: ۱:- مصدر: ’’اَلْحَمْدُ ‘‘، ۲:- فعل: ’’نَعْبُدُ ‘‘، ۳:- اسم: (اسم مشتق) ’’الضَّآلِّيْنَ، الْمَغْضُوْبِ ‘‘-

⓬ :- اس سورت میں مجرور کی تینوں قسمیں ہیں: ۱:- مجرور حرفِ جر کے واسطے سے: ’’لِلّٰهِ ‘‘، ۲:- تبعاً مجرور ہو: ’’رَبِّ ‘‘، ۳:- مجرور اضافت کی وجہ سے ’’الْعٰلَمِيْنَ ‘‘

⓭ :- فعل کی تین قسمیں ہیں: ۱:- ماضی ’’اَنْعَمْتَ ‘‘، ۲:- مضارع ’’نَعْبُدُ ‘‘۳:- امر ’’اِهْدِنَا ‘‘

⓮ :- جملے کی تین قسمیں ہیں: ۱:- جملہ اسمیہ: ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ‘‘۲:- جملہ فعلیہ: ’’اِيَّاكَ نَعْبُدُ ‘‘، ۳:- جملہ انشائیہ: ’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ‘‘

⓯ :- سورت میں ضمیر متصل کا استعمال تین طرح سے ہوا: ۱:- مرفوع: ’’اَنْعَمْتَ ‘‘، ۲:- منصوب: ’’اِهْدِنَا ‘‘، ۳:- مجرور: ’’عَلَيْهِمْ ‘‘

⓰ :- اسم فاعل تین جگہ استعمال ہوا: ۱:- ’’مٰلِكِ ‘‘۲:- ’’الْمُسْتَقِيْمِ ‘‘۳:- ’’الضَّآلِّيْنَ ‘‘

⑰:-عبادت کی تین قسمیں بیان ہوئیں: ۱:-عام: ’’إِيَّاكَ نَعْبُدُ‘‘، ۲:-خاص: ’’إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘، ۳:-اخص الخاص: دعاء جیسے: ’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ‘‘ (۲۳)

⑱:-’’اِهْدِنَا‘‘: ہدایت کا استعمال قرآن میں تین احوال میں ہوا ہے: ۱:-’’إِلٰى‘‘ کے ساتھ متعدّی: ’’يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ‘‘ ۲:-لام کے ساتھ متعدّی: ’’إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ‘‘، ۳:-بغیر حرفِ جر کے متعدی: ’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ‘‘ (۲۴)

⑲:-عام طور پر تین چیزوں کو اللہ کی حمد وثناء سے شروع کیا جاتا ہے: ۱:-کتاب اللہ، ۲:-نماز، ۳:-خطبہ۔

⑳ :-اس سورت کے تین کلمات کی تفسیر قرآن مجید کی تین آیات سے ہوتی ہے: ۱:-’’الْمُنْعَمْ عَلَيْهِمْ‘‘ اس کی تفسیر سورۃ النساء کی آیت سے ہوتی ہے: ’’أُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ‘‘ ۲:-’’الْمَغْضُوْبِ عليْهِمْ‘‘: اس کا مصداق یہود ہیں جس کی وضاحت سورۃ البقرۃ کی آیت سے ہوتی ہے: ’’ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ‘‘ اس آیت میں بھی تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ۳:-’’وَلَا الضَّآلِّيْنَ‘‘: یہ صفت نصاریٰ کی ہے، جیسا کہ دوسری آیت سے تفسیر ہوتی ہے: ’’قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔‘‘ (جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری (۱/ ۱۹۲)) (۲۵)

㉑:-’’الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ‘‘ کی مراد میں تین مشہور قول ہیں: ۱:-قرآن، ۲:-دینِ اسلام، ۳:-اعتدال فی العبادۃ۔ (۲۶)

㉒:-’’الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ‘‘: یعنی اعتقاد، علم اور عمل تینوں میں اعتدال ہو، (جیسا کہ سیاق کلام سے یہ بات بالکل عیاں ہے، یہودیوں اور عیسائیوں نے افراط وتفریط سے کام لیا): **۱:-عقائد میں افراط وتفریط:** یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا، اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم کیا، مسلمانوں نے کہا: محمد-صلی اللہ علیہ وسلم-اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ **۲:-علم میں افراط وتفریط:** یہودی علم میں فائق و برتر ہیں، جبکہ نصاریٰ کمتر ہیں۔ **۳:-اعمال میں افراط و تفریط:** نصاریٰ عمل میں یہودیوں کی بنسبت آگے ہیں۔ (۲۷)

㉓ :-صراطِ مستقیم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے: ’’وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا‘‘ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قائم کیا ہے، اور اس کی نسبت مسلمانوں کی طرف بھی کی: ’’صِرَاطَ الَّذِيْنَ

أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ''چونکہ وہ اس راہِ حق کے سالک ہیں، اور اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف بھی کی ہے: ''قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ''چونکہ آپ لوگوں کو اس راہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

㉔ :- ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ وہ ہدایت پر ہوتے ہوئے کیسے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں؟ اس کے تین جواب ہیں: ۱:- یعنی ہمیں ہدایت پر ثابت قدمی نصیب فرما، (۲۸) ۲:- ہماری ہدایت میں اضافہ فرما: ''وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ'' (۲۹) ۳:- ہدایت کا اجر و ثواب نصیب فرما: ''وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ'' أي الجنة.

㉕ :- تین طریقوں سے صراطِ مستقیم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، تا کہ اس کے من جانب اللہ ہونے میں معمولی سا بھی خفاء باقی نہ رہے: ۱:- ''صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ''، اس میں اللہ تعالیٰ کا راستہ متعین ہو گیا۔ ۲:- ''وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا'' اس میں اس بات کا اضافہ کیا گیا کہ یہ راستہ سیدھا اور معتدل ہے۔ ۳:- ''وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ'' اس میں اس بات کا اضافہ کیا گیا کہ یہ اتباع کا مقتضی ہے۔

㉖ :- نماز اور سورۂ فاتحہ کے مابین مناسبت تین طرح سے ہے: ۱:- دونوں کا آغاز حمد و ثناء کے ساتھ ہوا، ۲:- سورۂ فاتحہ کا ایک نام ''سورة الصلاة'' بھی ہے (۳۰)، ۳:- دونوں میں دعا کا ہونا قدرِ مشترک ہے۔

㉗ :- ۱:- نماز میں قیام و قعود کے دوران حمد و ثنا مطلوب ہے، ۲:- رکوع و سجدے میں تسبیح مطلوب ہے: سبحان ربي الأعلى، سبحان ربي العظيم، ۳:- جبکہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے میں تکبیر مطلوب ہے۔

㉘ :- یہ سورت قرآن مجید کے بنیادی تینوں مضامین کو احاطہ کیے ہوئے ہے: ۱:- توحید: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ''، ۲:- قیامت: ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ''، ۳:- رسالت: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''، چونکہ صراطِ مستقیم انبیاء کا راستہ ہے، (۳۱) جیسا کہ ارشادِ باری ہے: ''اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ'' یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ'' کا مصداق ابتداءً انبیاء -علیہم السلام- کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔

㉙ :- سورت کے آخر میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا: ۱:- جن پر انعام و اکرام ہوا، ۲:- جو غضب و عذاب کے مستحق ٹھہرے (یہود)، ۳:- جو گمراہیت کی وادی میں گر گئے (عیسائی)۔

㉚ :- سورۂ فاتحہ نماز میں ایک دعا ہے، جو تین لوگوں کی مشارکت سے تام ہوتی ہے، جس

سے اس کی قبولیت کی اُمید مزید بڑھ جاتی ہے: ۱:-امام کہتا ہے: ''وَلَا الضَّالِّيْنَ''، ۲:-مقتدی اور ۳:-ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں، شاید اس بنیاد پر دو آدمیوں کی نماز کو جماعت قرار دیا گیا۔

سورۂ فاتحہ کا سورۂ بقرہ سے ربط

۳۱:-سورۂ فاتحہ میں ہدایت کا سوال کیا: ''اِهْدِنَا''، اس ہدایت کی طرف سورۃ البقرۃ میں رہنمائی فرمائی گئی، جوکہ قرآن میں ہے،(۳۲): ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' ایک شرط کے اضافے کے ساتھ،(۳۳) پھر جب ہم نے قرآن میں غور کیا تو اس نے ہمیں ''مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ'' کی طرف رہنمائی کی: ''الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ'' اور پھر ان کو ہدایت کا سرٹیفکیٹ عطا کیا: ''أُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' سو یہ تین آیات ہوئیں: ۱:-''اِهْدِنَا''، ۲:-''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ''، ۳:-''هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ''

فاتحہ اور خاتمہ (سورۂ فاتحہ اور سورۂ ناس) کے درمیان مناسبت

۱:-فاتحہ میں ذاتِ باری کا تعالیٰ کا ذکر ہوا، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''، اور سورۂ ناس میں صفتِ باری تعالیٰ مذکور ہے: ''الرَّبّ، الْمَلِكُ، الْاِلٰه''

۲:-سورۂ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ شروع ہوتی ہے (اس قول کی بنیاد پر کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ میں داخل ہے) جبکہ سورۂ ناس میں استعاذہ ہے: ''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ''

۳:-سورۂ فاتحہ میں دعوی کا ذکر ہے: ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ'' جبکہ سورۂ ناس میں دلیل موجود ہے: ''أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' دعا ہے اور دعا عبادت ہے: ''الدعاء مخ العبادة''

۴:-سورۂ فاتحہ میں استعانت ہے، جبکہ سورۂ ناس میں استعاذہ ہے اور یہ بھی استعانت ہی کی ایک قسم ہے۔(۳۴)

۵:-سورۂ فاتحہ میں ربوبیت کا ذکر ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' اسی طرح سورۂ ناس میں ربوبیت کا ذکر فرمایا: ''قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ''(۳۵)

۶:-سورۂ فاتحہ میں توحیدِ الوہیت وعبادت کا بیان ہے: ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ'' اسی طرح سورۂ ناس بھی اسی مضمون کو شامل ہے: ''اِلٰهِ النَّاسِ''(۳۶)

۷:-سورۂ فاتحہ میں اسماء وصفات کی توحید کا بیان ہے: ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' یہی مضمون سورۂ ناس میں بھی ہے: ''مَلِكِ النَّاسِ''(۳۷)

❽ :-سورۂ ناس میں لفظاً ومعنیً استعاذہ موجود ہے: ''قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' جبکہ سورۂ فاتحہ میں صرف معناً موجود ہے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ'' یعنی ہماری ان دونوں گروہوں کے راہ وطریق سے حفاظت فرما، جیسا کہ حدیث میں ضلالت اور غضبِ الٰہی کو مستعاذ منہ چیزوں میں شمار کیا ہے۔فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّـيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ''، اور فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ''

❾ :-سورۂ فاتحہ میں رب کی نسبت عام مخلوق کی طرف ہے: ''رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' جبکہ سورۂ ناس میں رب کی نسبت خاص مخلوق کی طرف ہے: ''قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ''

❿ :-سورۂ فاتحہ میں عقیدہ کا بیان ہے، جبکہ سورۂ ناس میں اس کی حفاظت کا ذکر ہے: ''مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ''

⓫ :-سورۂ فاتحہ اور سورۂ ناس دونوں رقیہ میں استعمال ہوتی ہیں، اسی لیے سورۂ فاتحہ کا ایک نام سورۃ الشفاء بھی ہے۔

⓬ :-دونوں سورتیں دعا کے معنی پر مشتمل ہیں: ''اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''، ''أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ''(۳۸)

⓭ :-سورۂ فاتحہ میں تحلّی ہے، جبکہ سورۂ ناس میں تخلّی ہے۔

⓮ :-دونوں سورتیں حمد کے معنی کو متضمن ہیں، سورۂ فاتحہ صراحتاً یعنی لفظاً ومعنیً جبکہ سورۂ ناس ضمناً۔اور دعا میں حمد وثناء بیان کرنا سنت ہے۔

⓯ :-دونوں سورتوں میں شرّ کا بیان ہے، سورۂ فاتحہ میں ضمناً: ''الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ، الضَّالِّيْنَ'' جبکہ سورۂ ناس میں صراحتاً یعنی لفظاً ومعنیً: ''مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔''

⓰ :-دونوں سورتوں میں حمد وثنا کی وجہ مذکور ہے، سورۂ فاتحہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ ستائش کا مستحق ہے، چونکہ وہ رحمٰن اور رحیم ذات ہے، جزاء کے دن کا مالک ہے۔سورۂ ناس میں وجہ استعاذہ مذکور ہے: ''قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' یعنی اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو تمام روئے زمین کے انسانوں کا رب ہے، سب کا مالک ومعبود ہے۔یہ حضور ﷺ کے قول کی مانند ہے: ''يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ.'' یعنی انسانوں کے شر سے انسانوں کے رب کی پناہ اور زمین کے شر سے زمین کے رب کی پناہ میں آتے ہیں۔

⓱ :-دونوں میں سے ایک قرآن کی ابتدا اور دوسری انتہا ہے۔

⑱ :۔سورۂ فاتحہ میں یہود ونصاریٰ کے درمیان ترتیب زمانی کا لحاظ رکھا گیا ہے، جبکہ سورۂ ناس میں جن وانس کا تذکرہ بالترتیب آیا ہے، اور دونوں سورتوں کے اواخر میں ہیں۔

⑲ :۔ دونوں سورتوں میں ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ دونوں بیان پر مشتمل ہیں کہ فاتحہ میں ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' ہے جو''مُنْعَم عَلَيْهِم'' کے لیے بیان ہے، اور سورۂ ناس میں''مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ'' ہے جو کہ''مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ'' کے لیے بیان ہے۔

⑳ :۔دونوں میں سجع اور قافیہ کا لحاظ رکھا گیا، فاتحہ میں: ''الْعٰلَمِيْنَ، نَسْتَعِيْنُ، الضَّآلِّيْنَ'' اور سورۂ ناس میں: ''النَّاسِ، الْخَنَّاسِ''

㉑ :۔دونوں کی ابتداء جملے کی دو الگ الگ اقسام سے ہے، بایں معنی کہ فاتحہ جملہ خبریہ کی صورت میں شروع ہوتی ہے اور سورۂ ناس کا مبدأ جملہ انشائیہ ہے۔

㉒ :۔سورۂ ناس میں خالق مخلوق سے مخاطب ہے:''قُلْ اَعُوْذُ''.....اور فاتحہ میں مخلوق بارگاہِ خالق میں سوالی ہے: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''، اور دونوں قسم کے خطابوں میں فرق واضح ہے کہ دوسرا خطاب (مخلوق کا خالق سے) اپنے پہلے حمد وثناء کا متقاضی ہے، جب کہ پہلا خطاب (خالق کا مخلوق سے) اس سے پاک ہے۔

㉓ :۔قرآن کا نزول ایک بہت بڑی نعمت ہے، اور ہر نعمت پر ابتداءً شکر ہونا چاہیے، لہٰذا فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' اور ہر نعمت انتہاءً بقاء کو چاہتی ہے جو تعوذ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ تعوذ نعمت کی محافظ ہے: ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ''

㉔ :۔جس طرح کلام پاک کی ابتداء حمد سے ہوئی اور انتہاء استعاذہ سے ہوئی، بعینہ اسی طرح نماز کی ابتداء بھی حمد سے اور انتہاء استعاذہ پر ہوتی ہے، چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ لے تو وہ چار چیزوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے: عذاب جہنم، عذاب قبر، زندوں و مردوں و مسیح دجال کے فتنے سے۔

㉕ :۔سورۂ فاتحہ میں جلبِ منفعت ہے، (دعا) جبکہ سورۂ ناس میں دفعِ مضرت (استعاذہ)

آیات کو سوال وجواب کے اُسلوب کی طرف منتقل کرنا

سوال: ہم اپنی تکالیف کی دوری وخاتمے کے لیے اور دیگر حاجات میں کس ذات کو پکاریں؟

جواب: ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کو۔

سوال: ہم اس کے دربارِ عالی میں کس طرح اسے مخاطب کریں؟

جواب: ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ‘‘ اس کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے۔

سوال: ہم اس کی حمد وثناء کیسے بیان کریں؟

جواب: اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے، اس کے اسماء وصفات پر ایمان لاتے ہوئے: ’’رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ‘‘

سوال: ہم اس بلند ذات کے قرب تک کس طرح رسائی حاصل کرسکتے ہیں؟

جواب: عبادت وعمل میں اخلاص پیدا کرکے: ’’اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ‘‘

سوال: ہم کب اس کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کریں؟

جواب: کسی بھی (نیک) عمل کی سرانجامی کے بعد: ’’اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ‘‘

سوال: ہم اس بے نیاز ذات کے سامنے کس چیز کا سوال کریں؟(۳۹)

جواب: صراطِ مستقیم کا سوال کریں: ’’اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔‘‘

سوال: صراطِ مستقیم کیا ہے؟

جواب: ان برگزیدہ ہستیوں کا راستہ ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام واکرام کی نوازشات کیں: ’’صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ‘‘

سوال: وہ کون لوگ ہیں جن پر احسان واکرام ہوا؟

جواب: یہود ونصاریٰ کے علاوہ لوگ ’’غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ‘‘

وصلي اللہ وسلم علٰی سیدنا ونبینا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

حوالہ جات

۱:۔روح المعانی، ج:۱،ص:۵۱
۲:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۲۶۰
۳:۔ایضاً، ج:۱،ص:۱۸۵
۴:۔ایضاً، ج:۱،ص:۱۸۶
۵:۔تفسیر کبیر، ج:۱، ج:۱،ص:۲۶۰
۶:۔تفسیر بیضاوی، ج:۱،ص:۲۸ مع الحاشیۃ المفیدۃ
۷:۔ایضاً، ج:۱،ص:۴۸
۸:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۲۵۵
۹:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۱۱۵
۱۰:۔ایضاً، ج:۱،ص:۱۱۴
۱۱:۔تفسیر سورۃ الفاتحۃ،ص:۱۰۴،لابن احمد بن رجب
۱۲:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۲۵۰

۱۳:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۱۸۵

۱۴:۔تفسیر سورۃ الفاتحۃ لابن احمد بن رجب البغدادی،ص:۹۷

۱۵:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۲۰

۱۶:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۸۹

۱۷:۔تفسیر سورۃ الفاتحۃ لابن احمد بن رجب البغدادی،ص:۸۶

۱۸:۔تفسیر سورۃ الفاتحۃ لابن احمد بن رجب البغدادی،ص:۱۲۸

۱۹:۔رواہ مسلم ومالک فی المؤطا وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

۲۰:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۲۸۳

۲۱:۔تفسیر سورۃ الفاتحہ،ص:۹۱

۲۲:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۲۸۸

۲۳:۔روح المعانی، ج:۱،ص:۱۲۴

۲۴:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۲۰

۲۵:۔تفسیر قرطبی، ج:۱،ص:۲۳۱

۲۶:۔تفسیر کبیر، ج:۱،ص:۲۶۰

۲۷:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۲۱

۲۸:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۱۹

۲۹:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۲۰

۳۰:۔تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۸۸۔تفسیر کبیر،ص:۱۸۲

۳۱:۔روح المعانی، ج:۱،ص:۴۸

۳۲:۔بیان القرآن، ج:۱،ص:۴

۳۳:۔روح المعانی، ج:۱،ص:۱۳۲

۳۴:۔بیان القرآن،(سورۃ الناس) ج:۲،ص:۶۷۴

۳۵:۔بیان القرآن،(سورۃ الناس) ج:۲،ص:۶۷۴

۳۶:۔بیان القرآن،(سورۃ الناس) ج:۲،ص:۶۷۴

۳۷:۔بیان القرآن، ج:۲،ص:۶۴۴

۳۸:۔بیان القرآن، ج:۲،ص:۶۴۴

۳۹:۔تفسیر کشاف، ج:۱،ص:۲۹

.....❁.....❁.....❁.....